

فقر وفاقہ اور اس کا اسلامی حل !

— (۱۰) —

یوسف القرضاوی

ترجمہ و تہخیص: عبدالحمد صدیقی

کونسا مذہب قابلِ اتباع ہے؟ تقسیمِ زکوٰۃ کے بارے میں فقہ اسلامی کے مختلف مذاہب میں سے ان دو مذہبوں کو پیش کرنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا مذہب قابلِ اتباع ہے؟ محتاج و فقیر کو عمر بھر کی ضروریاتِ زندگی ایک دفعہ مہیا کر دینے والا مذہب یا سال بھر کی ضروریات ہر سال تہیا کرنے والا مذہب؟ درحقیقت ان میں سے ہر مذہب اپنے درست ہونے کے دلائل رکھتا ہے۔ خصوصاً اُس وقت جب کہ ہم چاہیں کہ زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا معاملہ اسلامی حکومت اپنے ہاتھ میں لے دونوں پر حالات کے لحاظ سے عمل کرنا ممکن ہے، کیونکہ دونوں کا دائرہ عمل الگ ہو سکتا ہے۔

محتاج و مساکین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم اُن ضرورت مندوں پر مشتمل ہے جو کام کر کے اپنی روزی کما سکتے ہیں اور خود اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکتے ہیں، مثلاً کاریگر، دوکاندار اور کسان وغیرہ۔ مگر ان کے پاس کام کرنے کے اوزار، تجارت کے لیے سرمایہ، یا زمین اور کاشتکاری اور آبپاشی کے آلات نہیں ہیں۔ ایسے حاجت مندوں کے لیے ضروری ہے کہ انہیں زکوٰۃ میں سے اتنی رقم دے دی جائے جس سے وہ عمر بھر اپنی روزی کما سکیں، اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکیں، اور دوبارہ زکوٰۃ کے محتاج نہ ہوں۔ دورِ حاضر میں اس تجویز پر یوں بھی عمل کیا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے کارخانے اور تجارتی ادارے بنا کر اُن محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ملکیت میں دے دیے جائیں جو کام کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

دوسری قسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو کام اور کسب سے بالکل عاجز ہیں۔ مثلاً اچھ، اندھا، پیر، زکوٰۃ

ہوائیں اور بچے وغیرہ۔ ایسے محتاجوں کو سال بھر کی ضروریاتِ زندگی کے لیے ہر سال زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ اگر یہ ڈر ہو کہ کثرتِ رقم وصول کر کے وہ اسے غیر ضروری کاموں میں صرف کر دیں گے یا خرچ کرنے میں اسراف و تبذیر سے کام لیں گے تو صحیح تر بات یہ ہے کہ انہیں مہینے بھر کی ضروریات کے مطابق ہر ماہ ایک مقررہ رقم دے دی جائے۔ دورِ حاضر میں اس تجویز پر بالکل اُس طرح عمل کیا جانا چاہیے جس طرح ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔

حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ جب میں تقسیمِ زکوٰۃ کے اس طریقے پر اظہارِ خیال کر چکا تو مجھے بعض کُتبِ حنبلیہ میں بھی یہی طریقہ مندرج ملا۔ چنانچہ غایتِ اہمیت ہی اور اس کی شرح میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ ”اگر کسی شخص کے پاس اتنی جائیداد یا زمین ہو جس سے وہ دس ہزار روپیہ یا اس سے زیادہ کما سکتا ہو اور اتنی آمدنی اس کے لیے ناکافی ہو تو اس کو یہ جائز ہے کہ وہ حسبِ کفایت زکوٰۃ لے لے“ نقل کر کے کہا گیا ہے کہ بنا بریں یہ ضروری ہے کہ کسی پیشہ ور کو اپنے پیشے کے آلات کی قیمت دی جائے خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اور تاجر کو حسبِ کفایت سرمایہ دیا جائے اور ان کے علاوہ جو فقیر و مسکین ہوں انہیں اتنی رقم دی جائے جو ان کے لیے اور ان کے کنبوں کے لیے سال بھر کو کافی ہو، کیونکہ اگلے سال پھر انہیں حسبِ کفایت زکوٰۃ مل جائے گی۔

معتول معیارِ زندگی | اس سے بظاہر ہر متوا ہے کہ اسلام میں زکوٰۃ کا مقصد محتاج اور فقیر کو چند درہم عطا کر دینا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ معتول و مناسب معیارِ زندگی قائم کیا جائے جو اُس انسان کی انسانیت کے نمایانِ شان ہو جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت اور استخلاف فی الارض سے سرفراز فرمایا ہے، اور اُس مسلمان کے مناسب حال ہو جو دینِ عدل و احسان سے نسبتِ خاص رکھتا ہے اور جو اُس بہترین اُمت سے منسوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ علامہ ابن حزم نے اُمتِ محمدیہ اور امام نوویؒ نے المجموع میں اور بہت سے دوسرے علماء و فقہاء نے کہا ہے کہ کم از کم جس چیز سے انسانی زندگی کا معیار قائم ہوتا ہے یہ ہے کہ انسان کو خور و نوش کی مناسب ضرورت، گرمیوں اور سردیوں میں پہننے کے لیے اُنک اُنک کپڑے اور رہائش کے لیے اس کے مناسب مکان وغیرہ مہیا ہو۔ امام نوویؒ کفایت

کی تعریف یوں کرتے ہیں: ”جس کے بغیر انسان فقیر ہو جاتا ہے، ممکن نہیں کیونکہ وہ امام موصوف کے نزدیک فقیر کے مقابلے میں خوشحال ہوتا ہے۔“ پس جب یہ کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کے پاس حسب کفایت ضروریات زندگی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس سامان خورد و نوش، پہننے کے لیے کپڑے، رہائش کے لیے مکان اور دیگر مناسب حال ضروریات مہیا ہوں جن کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اور وہ انہیں برتنے میں نہ تو اسرار سے کام لے اور نہ کنجوسی سے۔“

دورِ حاضر میں یہ بھی انسان کی ناگزیر ضروریات میں ہے کہ اس کے بچے احکامِ دین کی تعلیم حاصل کریں اور اپنے وقت کے مروجہ علوم مفیدہ سے بھی آگاہی حاصل کریں تاکہ وہ جہالت و لاعلمی کے اندھیروں سے نکل سکیں اور ایک باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں اور دین و دنیا کے فرائض بہ احسن وجہ انجام دے سکیں۔ فقہاء نے مسلمان فرد کی اصلی ضروریات زندگی پر بحث کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کی پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ اس کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم و آگاہی کی روشنی کی نظر لایا جائے۔ کیونکہ جہالت ادبی موت اور معنوی ہلاکت ہے۔

دوسری ناگزیر ضرورت یہ ہے کہ اگر وہ یا اس کے کنبے کا کوئی فرد بیمار ہو تو علاج کی سہولتیں میسر ہوں نہ کہ اُسے اس حالت میں چھوڑ دیا جائے کہ وہ بیماری میں مبتلا رہ کر آخر جان دے دے۔ یہ تو قتلِ نفس ہے۔ اور خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اے اللہ کے بندو! اپنے امراض کے لیے دوا دارو کیا کرو کیونکہ جس خدا نے بیماری یا مرض کو پیدا کیا ہے اُسی نے دوا کو بھی پیدا کیا ہے اور ”فَوَانِ خَدَا وَنَدَىٰ هَے وَلَا تَلْقُوا يَا بَیْدُ یَکُمُ اِلَی التَّغَلُّظِ“ (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ اور ”وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا“ (اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تمہارے ساتھ بہت رحم کرنے والا ہے)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یُسَلِّمہ۔ ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔“ اگر کوئی مسلمان اپنے والدین کو یا کوئی مسلم معاشرہ کسی فرد کو کسی مرض میں مبتلا چھوڑ دے اور اس کا علاج نہ کرے تو اُس نے بلاشبہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑا اور

ذلیل در سوا کیا۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ کسی شخص کے معیارِ زندگی کی کوئی حتمی اور قطعی حد بندی نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ زمانہ مکان، قومی دولت اور قومی آمدنی کی مقدار کے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے بعض چیزیں کسی زمانے اور قوم میں تعینات ہیں شمار ہوتی ہیں جب کہ وہی چیزیں کسی دوسرے زمانے اور قوم میں تعینات سمجھی جاتی ہیں۔

باقاعدہ دائمی اعانت | جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ زکوٰۃ سے اسلام جو مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ فقیر اور کوئی کام نہ کر سکنے والے مسکین اور اُن کے کنبوں کے لیے مغفول معیارِ زندگی کی ضمانت دی جاوے اور اسلام اس مقصد کے حصول کے لیے انہیں پورے ایک سال کی ضروریاتِ زندگی کے لیے کافی رقم بھی دیتا ہے، تو ہمیں اس میں اتنا اضافہ کر لینا چاہیے کہ زکوٰۃ ایسے مستحق افراد کے لیے ایک قسم کی دائمی اور باقاعدہ اعانت ہے یہاں تک کہ غنا فقر کو، قدرتِ کارِ عجز کو اور کسب و کار بیکاری کو دور کر دے۔ ابو عبیدہ نے الاسرار میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت کسی درخت کے سائے میں قیلولہ فرما رہے تھے کہ ایک بدو عورت کسی ایسے آدمی کو تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس آئی جس سے بھلائی کی توقع کی جاسکے اور کہنے لگی ”میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بچے بھی ہیں۔ امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ محمد بن مسلمہ کو زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کے لیے بھیجا تھا مگر اُس نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ خداتم پر رحم کرے ذرا میری سفارش تو اُس کے پاس کر دو۔“ آپ نے اپنے خادم یرفاء کو آواز دی اور کہا کہ محمد بن مسلمہ کو بلا کر لاؤ۔ اس عورت نے کہا ”اگر تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو تو میرا کام ضرور ہو جائے گا۔“ آپ نے کہا ”انشاء اللہ وہ ابھی کرے گا۔“ یرفاء محمد بن مسلمہ کے پاس گیا اور کہنے لگا ”خليفة تمہیں بلاتے ہیں۔“ ابن مسلمہ آپ کے پاس آئے اور کہا ”اے امیر المؤمنین! السلام علیکم“ یہ سن کر وہ عورت کچھ شرمندہ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے ابن مسلمہ سے کہا ”بخدا! میں تم میں سے بہترین افراد کو زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کے لیے منتخب کرتا رہا ہوں جب خدائے عزوجل تم سے اس عورت کے متعلق پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟“ یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی آنکھیں ڈبڈبائیں پھر حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا تو ہم نے اُن کی تصدیق

کی اور اُن کا کہنا مانا اور آپ نے احکام خداوندی پر پورا پورا عمل کیا اور فقراء و مساکین جو زکوٰۃ وغیرہ کے مستحق تھے انہیں زکوٰۃ دیتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی رُوح قبض کر لی پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی خلافت کا موقع دیا۔ آپ نے بھی زکوٰۃ کے معاملے میں سنتِ نبویؐ پر پورا پورا عمل کیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی پھر مجھے خلافت کا موقع ملا تو میں تم میں سے بہترین افراد کو زکوٰۃ کے بت و تقسیم کے لیے مقرر کرتا رہا۔ اب اگر میں نے تمہیں بھیجا تو اس عورت کو اس سال اور پہلے سال دونوں کی زکوٰۃ دینا۔ مجھے معلوم نہیں شاید میں تمہیں نہ بھیجوں۔“ پھر آپ نے اُس عورت کے لیے ایک اونٹ منگوا یا اور اُسے کھڑا اور گھی دے کر فرمایا ”یہ لے لو اور میں خیبر کے مقام پر ملنا کیونکہ ہم وہاں بارہے ہیں۔ وہ عورت خیبر کے مقام پر آپ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ نے اس کے لیے دو اور اونٹ منگوائے اور فرمایا ”یہ لے لو۔ یہ اتنی دیر تمہارے گزارے کے لیے کافی ہے کہ محمد بن مسلمہ دوبارہ تمہارے ہاں آئے۔ میں نے اُسے حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں سالِ رواں یا سالِ گذشتہ دونوں کی زکوٰۃ کا حق دے۔“

یہ واقعہ اور امیر المؤمنین عمر اور محمد بن مسلمہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مسکین بدو عورت کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ کس بات پر دلالت کرتی ہے؟

• یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان حکمران کو اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنے والے ہر فرد کے بارے میں اپنی مسئولیت اور ذمہ داری کا کس قدر احساس ہوتا ہے۔

• اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مسلمان معاشرے کے افراد کو اپنے ثنائانِ شانِ زندگی گزارنے کے لیے اُس حق کا کس قدر احساس ہوتا ہے جو انہیں مسلمان حکومت دیتی ہے۔

• اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ معاشرے میں معاشی تحفظ کی عمارت کا بنیادی ستون ہے۔

• اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ایک مستقل اور باقاعدہ اعانت ہے جو اگر کسی مستحق تک نہ پہنچے تو اس کا یہ حق ہے کہ وہ حاکمِ وقت کے پاس شکایت کر کے اپنا حق طلب کرے۔

• اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ مستحق کو اتنا دے دو جو اُسے کافی ہو اور مزید سے بے نیاز نہ کر دے۔ چنانچہ پہلے آپ نے اُس بدو عورت کو آٹے اور گھی سے

لدا ہوا ایک آؤٹ دیا، پھر دو آؤٹ اور دینیے اور کہا کہ یہ اُس وقت تک تمہارے گزارے کے لیے ہے جب تک کہ محمد بن مسلمہ تمہارے ہاں آکر سالِ رواں اور سالِ گزشتہ دونوں کی زکوٰۃ میں سے تمہارا حق نہیں نہ دے دے۔

• ان سب کے بعد یہ واقعہ اس بات کی بھی واضح شہادت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس طرزِ عمل میں نئے نہیں تھے بلکہ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کے تابع تھے۔

مالِ زکوٰۃ کی تقسیم میں اسلام کی سیاست | تقسیمِ زکوٰۃ کے بارے میں اسلام نے جو حکیمانہ اور عادلانہ پالیسی اختیار کی ہے وہ دورِ حاضر جس میں پیش کیے جانے والے نظامِ ہائے زندگی اور قانون ساز یوں کو بعض لوگ جدید بلکہ بالکل جدید سمجھتے ہیں اس کے جملہ ترقی یافتہ سیاسی اور مالی نظاموں کے مقابلے میں پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ حقیقت بھی معلوم عام ہے کہ دورِ جاہلیت اور قرونِ مظلمہ میں یورپ کے اندر کسانوں، صنعت کاروں، کارگیروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے اس طرح ٹیکس اور محصول وغیرہ وصول کیے جاتے تھے جو اپنے ہاتھ کی محنت، پیشانی کے پسینے، رات کی بے خوابی اور دن بھر کی مشقت سے اپنی روزی کاتے تھے۔ اور یہ دولت جس میں غریب مزدور شامل ہوتا تھا اس طرح شہنشاہ، بادشاہ، امیر یا سلطان کو اُس کے عایشان دار الحکومت میں پہنچتی تھی۔ اور وہ اسے اپنے تاج و تخت کے استحکام، اپنی شان و شوکت کی نمائش، اور اپنے حاشیہ برداروں، ہم نشینوں اور پیروکاروں پر خرچ کرنا تھا۔ اور اگر اپنی ضرورت سے کچھ نائد دولت ہوتی تھی وہ شہر کی توسیع و آرائش اور اس کے باشندوں کی رضا جوئی کے لیے خرچ کی جاتی تھی۔ اور اگر پھر بھی کچھ دولت بچ جاتی تھی تو وہ اُن شہروں کے لیے ہوتی تھی جو اس شہنشاہ یا سلطان کی بارگاہِ عالی سے قریب تر ہوتے تھے، اور وہ اُن محنت کش اور مشقت اٹھانے والے اور بارگاہِ عالی سے دور علاقوں کو بالکل درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے تھے جن سے ٹیکسوں اور محصول وغیرہ کی شکل میں یہ دولت حاصل کی جاتی تھی۔

اسلام نے آکر جب مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو مسلمان حکمران کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اہل ثروت اور اُن کے مالوں کو مظہر و مغزئی کرنے کے لیے اُن سے زکوٰۃ وصول کریں اور معاشرے کے محتاج و فقیر طبقوں کو

فقر کی ذلت اور محتاجی کی پستی سے نجات دلانے کا انتظام کریں، حتیٰ کہ سارے مسلم معاشرے میں امداد باہمی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو جائے۔ خدائے بزرگ و بزرگ کی طرف سے جب زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمین زکوٰۃ کو مختلف علاقوں میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجتے وقت یہ حکم دیا کہ اُن علاقوں کے دو متمذول سے زکوٰۃ لے کر انہیں علاقوں کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دو۔ گذشتہ صفحات میں معاذ بن جبل کی حدیث گزر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں میں کی طرف بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہاں کے اغنیاء سے نہ زکوٰۃ لے کر وہیں کے فقراء کو دے دی جائے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اسی طرح عمل کیا اور اہل مین کی زکوٰۃ وہیں کے سخی افراد میں تقسیم کر دی بلکہ ہر علاقے کی زکوٰۃ دیکھ متاجروں اور مساکین میں بانٹ دی اور اُن کے نام ایک تحریری پیغام بھیجا کہ جو شخص اپنے خاندانی علاقے سے نقل مکانی کر گیا ہو، اس کی زکوٰۃ اور عشر اُس کے خاندانی علاقے ہی میں مرث کی جائے گی۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق (صدفہ زکوٰۃ وغیرہ جمع کرنے والا) ہمارے ہاں آیا تو اُس نے ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ہمارے فقراء میں بانٹ دی۔ میں اس وقت ایک یتیم لڑکا تھا، اُس نے زکوٰۃ میں سے مجھے ایک اونٹنی دی تھی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک بدو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات پوچھے جن میں سے ایک یہ تھا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا! کیا آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ہمارے فقراء میں تقسیم کر دیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ ابو عبیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی وصیت میں فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں، یہ وصیت کرتا ہوں، یہ وصیت کرتا ہوں کہ بدوؤں کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ وہی اصل عرب ہیں اور وہی اسلام کا ہیبتی ہیں اور ان کی ضرورت سے زائد مال لے کر فقراء کو مے دینا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی اسی پر عمل رہا کہ جہاں سے مال جمع کیا جاتا وہیں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اور محصلین (زکوٰۃ صدقات اور خراج وغیرہ جمع کرنے والے)، اس حالت میں مدینہ واپس آتے تھے کہ اُن کے پاس سوائے پالان کے نیچے کے کپڑوں (جن کو وہ اپنے جسموں کے گرد لپیٹ لیتے تھے) اور اپنی

لا ٹھیکہ کے جن پر وہ ٹیک لگاتے تھے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بنو کلاب اور بنو سعد بن زبان کا محفل بنا کر بھیجا۔ انہوں نے جو زکوٰۃ و صدقات وغیرہ جمع کیے وہ سب کے سب انہی کے غریب و فقراء میں تقسیم کر دیئے حتیٰ کہ جب واپس آئے تو اُن کے پاس وہی بوریاتھا جو وہ اپنی گردن پر ڈال کر گئے تھے۔ یعلیٰ بن امیہ کے ساتھیوں اور اُن لوگوں میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عامل زکوٰۃ مقرر فرمایا تھا کہ ہم زکوٰۃ و صدقات وغیرہ وصول کرنے نکلے تھے اور جب لوٹے تھے تو ہمارے پاس صرف اپنے چابک ہونے تھے۔ زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا یہ طریقہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن خلفائے راشدین نے جاری کیا تھا اُسی پر بعد میں آنے والے علل گنہگار مسلمان حکمران اور صحابہ اور تابعین میں سے وہ فقہاء چلے جو فتویٰ میں امام مانے جاتے تھے۔ چنانچہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں اپنے پدر زادے یا بنو امیہ کے عہد کے اُمراء میں سے کسی امیر کی طرف سے کسی علاقے پر عامل زکوٰۃ مقرر کیا گیا جب وہ واپس آئے تو امیر نے اُن سے کہا مال کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کیا مال لانے کے لیے تم نے مجھے بھیجا تھا؟ ہم نے مال وصول کیا جہاں سے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وصول کرتے تھے اور دے دیا جہاں ہم اس وقت دیا کرتے تھے۔

امام ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ یہ ساری احادیث ثابت کرتی ہیں کہ ہر علاقے کے لوگوں کا اپنے علاقے کے صدقات و زکوٰۃ پر حق مقدم ہے تا وقتیکہ وہ اُن کے ضرورت مند نہ رہیں۔ ہمارے خیال میں اُن کا حق اس لیے مقدم ہے کہ سنت نبویؐ اس کی تائید کرتی ہے اور وہ لوگ اپنی قوم کے دو متمندوں کے گھروں کے قریب اور اُن کی ہمسائیگی میں رہنے کی وجہ سے اُن سے ایک خاص تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی مُصدقہ صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے والا غلطی سے ایک علاقے کی زکوٰۃ دوسرے علاقے میں لے جاتے درآں حالیکہ پہلے علاقے کے رہنے والوں کو اس کی زیادہ ضرورت ہے، تو حاکم وقت اُسے واپس کر دیا جاتا ہے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کیا اور سعید بن جبیر نے فتویٰ دیا۔

امام ابراہیم نخعیؒ اور حسن بصریؒ دونوں نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آدمی صدقہ و خیرات دینے میں

اپنے قرائداروں کو ترجیح دے سکتا ہے۔ امام ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ یہ تو انسان صرف اپنے خاص مال میں سے صدقہ وغیرہ دینے میں کر سکتا ہے مگر جو صدقات یعنی زکوٰۃ وغیرہ جمہور اُمت کا حق ہیں اور جن کا وصول کرنا اول تقسیم کرنا حاکمان وقت کے ذمہ ہے اُن میں کوئی شخص کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔

ان دونوں بزرگوں کی طرح ابوالعالیہ کی ایک حدیث ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ مدینہ منورہ لے جایا کرتے تھے۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ تو اپنے قریبیوں اور رشتہ داروں کو زکوٰۃ دیتے تھے۔

جس طرح اس بات پر اجماع اُمت ہے کہ زکوٰۃ جس علاقے سے وصول کی جائے گی اُسی میں تقسیم کر دی جائے گی اسی طرح یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ اگر کسی خاص علاقے کے رہنے والوں کو زکوٰۃ کی ضرورت نہ رہے خواہ اس عدم ضرورت کی وجہ وہاں مستحق زکوٰۃ طبقوں کا ختم ہو جانا ہو یا اُن کی تعداد کی کمی اور مال زکوٰۃ کی فراوانی ہو تو دوسرے علاقوں کے مستحق افراد کی طرف یا حاکم وقت کی طرف منتقل کی جاسکتی ہے کہ وہ زکوٰۃ کے دوسرے مصارف میں اسے صرف کرے یا اس علاقے سے قریب ترین علاقوں میں بھیج دے۔ اس سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا قول بھی بہت خوب ہے کہ ایک علاقے کی زکوٰۃ دوسرے علاقے میں لے جانی جائز نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ کسی علاقے کے باشندوں

کو اُس کی ضرورت ہو اور حاکم وقت برائے اجتہاد کسی دوسرے علاقے کی زکوٰۃ اُن کی طرف منتقل کر دے۔ سخون سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر امیر المؤمنین کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں علاقے کے رہنے والوں کو زکوٰۃ وغیرہ کی اشد ضرورت ہے تو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس صدقے کو جس کا استحقاق کسی دوسرے علاقے والے رکھتے ہیں، اُن کی طرف منتقل کر دے کیونکہ جب کوئی ضرورت آپڑے تو اسے صدقہ و زکوٰۃ کے استحقاق میں مقدم سمجھا جائے گا۔ اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اُسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔

(باقی)